مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ملّت
کے نوجوانوں سے!

★

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی وہ تقریر جو لکھنؤ مین مسلم یوتھ کونسل کے قیام کے موقع پر تعلیم یافتہ نوجوانون کے ایک منتخب اجتماع مین کی گئی ۔

★

شائع کردہ

دفتر مسلم یوتھ کونسل أترپردیش

کاشانہ إکرام - باغ قاضی لکھنؤ -

ملت کے نوجوانوں سے

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

طبع اول — یونائیٹڈ پریس لکھنؤ
تعداد — ایک ہزار
قیمت — ۲۵ پیسے

ملنے کا پتہ
دفتر مسلم یوتھ کونسل اتر پردیش۔ لکھنؤ
کاشانۂ اکرام۔ باغ قاضی لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اس وقت عالمِ اسلام میں خاصی تعداد میں ایسے مسلمان موجود ہیں (اور غالباً کوئی ملک اور کوئی شہر ان سے خالی نہیں ہے) جو اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے ملتِ اسلامی اور انسانیت کی بہت بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ اور اس میں خدا کی مدد سے نیا ایمان، نیا ولولہ اور نیا جذبۂ عمل پیدا کر سکتے ہیں، لیکن مناسب ماحول اور متعین راہِ عمل اور کوئی ایسا رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے جو ان کو دریافت کر سکے، ان کو ایک رشتہ میں منسلک کر سکے، انھیں ابھار سکے اور ان سے کام لے سکے وہ اسلام اور مسلمانوں کو اتنا فائدہ نہیں پہونچا رہے ہیں، جس کی ان سے بجا طور پر توقع تھی۔

بہت سے ایسے نوجوان ہیں جو اپنے دائرہ میں دین کی مفید خدمت کر رہے ہیں، لیکن ان کو رفقاء اور ساتھی میسر نہیں۔

اس کے علاوہ ایک بہت بڑا طبقہ وہ ہے جو نہ ملت کے لئے اتنا دردمند ہے اور نہ اسلامی تہذیب و ثقافت کے احیاء کے لئے اتنا بے چین ہے

اور نہ اسلامی نظامِ فکر اور نظامِ حیات سے کما حقہٗ واقف ہے، لیکن اس کے دل کی چنگاری ابھی بالکل سرد نہیں ہوئی ہے وہ صرف اس کا منتظر ہے کہ کوئی اسے چھیڑ دے، اور اس کی اس صلاحیت اور قوتِ عمل کو جو اس کے اندر خوابیدہ یا پوشیدہ ہے بیدار اور ظاہر کر دے۔

ان تینوں طبقوں کے علاوہ مسلمانوں میں ایک بہت بڑا طبقہ اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ اب دنیا خدا کے نیک بندوں سے خالی ہو چکی ہے اور اگر دین کے لئے کوئی کوشش کسی درجہ میں ہو رہی ہے تو شاید خود اس کے ملک میں ہو رہی ہے۔ دنیا کے اور حصے اس سے محروم ہیں، یا یہ سعادت ان کے حصہ میں کم آئی ہے، اس غلط خیال کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اس پر شور ہنگامہ خیز اور مادہ پرست دنیا میں تنہا اور بے دست و پا محسوس کر رہے ہیں، اور ان کے تحت الشعور میں مایوسی کی ایک خطرناک کیفیت پیدا ہو گئی ہے، جس کے نتیجہ میں وہ کوئی کام بھی عزم و یقین اعتماد و حوصلہ اور ہمت و نشاط کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ حالانکہ یہ کیفیت صرف ان کی ناواقفیت اور رابطۂ اسلامی کے فقدان کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، حقیقت میں کوئی اس کا وجود نہیں۔

اسی تصویر کا ایک رُخ یہ ہے کہ جدید دور میں ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں اسلام کی طرف سے ایک بے اعتمادی پیدا ہو رہی ہے، ان کی پوری زندگی معذرت کی زندگی بن کر رہ گئی ہے، اپنے اقوال و اعمال، افکار و خیالات اور حرکات و سکنات ہر چیز میں وہ موجودہ تہذیب سے معذرت

خواہ نظر آتے ہیں، کچھ ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب ان کے اندر اعتماد خودداری اور حوصلہ کی لہر اٹھتی ہے، لیکن موجودہ تہذیب کے تیز و تند دھارے جس میں وہ زندگی گذار رہے ہیں جلد ہی اس لہر کو ختم کر دیتے ہیں۔

انھیں اسلام کی برتری اور صداقت پر وہ اعتماد اور یقین حاصل نہیں جس میں ان تیز دھاروں کا مقابلہ کرنے بلکہ ان کا رخ موڑ دینے کی طاقت ہے۔ ان حقائق اور محرکات اور مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تقریر نے اس جذبہ کو تقویت پہونچائی اور مسلم نوجوانوں کے ایک منتخب جلسہ میں لکھنؤ میں مسلم یوتھ کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ اور انھیں حقائق اور محرکات کی روشنی میں کونسل کے مقاصد اور پروگرام متعین کئے گئے ہیں۔

مختصراً ہمارا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایسے تمام ممکن ذرائع اور وسائل اختیار کئے جائیں۔ جن سے ہمارا وہ طبقہ جو زبردست صلاحیتوں کا مالک ہونے اور دینی حمیت اور دینی جذبہ رکھنے کے باوجود اسلام کی کوئی بڑی قابل ذکر خدمت نہیں کر پا رہا ہے اپنے سامنے ایسا مناسب ماحول یا راہ عمل پا سکے جہاں اس کی ان صلاحیتوں کا مکمل اور صحیح طریقہ پر اظہار ہو اور وہ دین کے کام آسکیں اور انسانیت کی خدمت کر سکیں۔

نہ مسلم نوجوان جو اسلامی فکر و ثقافت کے احیاء کے لئے جد و جہد کر رہے ہیں اور آخر دم تک اس کا عزم رکھتے ہیں۔ ان کو اس اسلامی

رابطہ اور دعوتی اتحاد کی بدولت ساتھی اور ہم سفر میسر آئیں جو ان کی تقویت کا باعث ہوں، اور ان کے حوصلہ و نشاط میں اضافہ کریں۔

ملت کے نوجوانوں سے !!

ہماری زندگی کا کچھ حصہ نادر ہے کچھ نظر ثانی کا محتاج ہے کچھ حذف کر دینے کے قابل ہے

مسلم یوتھ کونسل کی افتتاحی تقریب منعقدہ لکھنؤ

میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کی

تقریر

ہم لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا، ایک دوسرے سے ملنا، تعارف حاصل کرنا اور مسلمانوں کے فائدے کی بات کرنا ایک مستقل مقصد ہے اور اسی طرح آپ کا اس تعداد میں تشریف لانا اور تھوڑی دیر کے لئے اپنی مصروف زندگی سے وقت نکالنا بھی بجائے خود ایک کام ہے، آپ اپنی زندگی پر ناقدانہ نظر ڈالیں اور اس کا جائزہ لیں کہ ہم کتنے مفید ہیں اور جس ملت سے نسبت کا شرف حاصل ہے اس کی کیا خدمت کر رہے ہیں؟

آپ سب حضرات مصروف زندگی رکھتے ہیں۔ بامقصد لوگ ہیں یہ

بھی کہنا صحیح ہوگا کہ آپ لوگ ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہیں جن کا مقصد صرف کھانا پینا، معاشی ضروریات کی تکمیل، نسل کے سلسلہ کو آگے بڑھانا اور زندگی کا وقت پورا کرنا ہے اگر ایسا ہوتا۔ تو اتنے کم وقت میں، فوری اطلاع پر اتنی بڑی تعداد میں آپ تشریف نہ لاتے۔

ہم سب خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ہیں، ملت کے مسائل کا احساس بھی رکھتے ہیں۔ لیکن زندگی ایسی رواں دواں ہے۔ اور معیار زندگی کے مطالبات اتنے بڑھ گئے ہیں، ہماری جو محدود دنیا ہے یعنی ہمارا چھوٹا سا خاندان اور چند افراد اس کی ضروریات، مطالبات اور تقاضے اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ان کا پورا کرنا اتنا وقت اور اتنی صلاحیت چاہتا ہے کہ کسی مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنے کی فرصت شاید بہت عرصہ کے بعد ملتی ہوگی، زندگی اب ہمارے قابو میں نہیں ہے بلکہ ہم زندگی کے قابو میں ہیں، یعنی ہم زندگی کے دوش پر سوار نہیں ہیں بلکہ زندگی ہمارے دوش پر سوار ہے، وہ ہمیں بھگائے لئے چل رہی ہے، ضروریات تازیانہ کا کام کرتی ہیں، وقت کے تقاضے مہمیز لگاتے ہیں، ہم زندگی میں جتے ہوئے ہیں اور ہنکائے جارہے ہیں، یہ زمانہ کا ایک بڑا مسئلہ بن گیا ہے، مغرب میں زیادہ مشرق میں کم، لیکن بہر حال یہ ایک ہی دھارا ہے جس میں سب بہے چلے جارہے ہیں اور کہیں یہ دھارا بھنور کی شکل اختیار کر گیا ہے، کہیں دھارا بہت تیز ہے کہیں بہت دھیما ہے لیکن سب زندگی کے سیلاب میں بہے چلے جارہے ہیں کسی کو اپنی زندگی پر اختیار باقی نہیں رہا ہے، زندگی خود ہمارے اوپر حکومت کر رہی ہے وہ ہم کو اس کا بھی موقع نہیں دیتی کہ اس پر ہم غور کریں کہ اس کا کتنا حصہ زائد ہے۔ کتنا نظرثانی

کا محتاج ہے، کتنا حذف کر دینے کے قابل ہے، یہ موجودہ انسان کی بڑی خصوصیت بن گئی ہے کہ اب وہ زندگی کا راکب نہیں ہے بلکہ زندگی کا مرکب ہے وہ زندگی پر سوار نہیں زندگی اس پر سوار ہے آپ نے الف لیلہ شیخ تسمہ پا کی کہانی پڑھی ہوگی کہ ایک شخص کے پاؤں ربر کی طرح کے تھے اس نے ایک راہ گیر کی بڑی خوشامد کی کہ وہ اس کو کسی جگہ پہونچا دے جب اس نے اسکو اپنے کاندھے پر سوار کر لیا تو اس نے اپنے پاؤں اس کی گردن میں اس طرح لپیٹ لئے جس طرح فیتے سے کوئی چیز باندھ دی جاتی ہے وہ اس کو چھڑانا چاہتا لیکن کامیاب نہ ہوتا یا کمبل اور ریچھ کا قصہ بھی شاید آپ نے سنا ہوگا یہی دراصل ہماری کہانی ہے یعنی انسان کمبل چھوڑنے کے لئے تیار ہے لیکن کمبل انسان کو نہیں چھوڑ رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کی جو حقیقی ضروریات اور حقیقی مقاصد ہیں جن کے لئے زندگی پیدا کی گئی ہے، وجود میں آئی ہے اس پر غور کرنے کی ہمیں مہلت ہی نہیں مل رہی ہے صبح سے شام تک بس ایک چکر ہے جس کو شیخ سعدیؒ نے کہا تھا کہ

شب چوں عقد نماز بر بندم ⁂ چہ خورد بامداد فرزندم

چھوٹے سے کنبہ کی ضروریات مہیا ہونے کی فکر ہماری ہر چیز پر غالب ہے، ہم دنیا میں کس لئے آئے کیا صرف کھانے کمانے صرف پیٹ بھرنے کے لئے یا اس سے کچھ بلند اور لطیف تر مقاصد کے لئے؟ یہ بات ایسی فراموش ہوگئی ہے اور نگاہوں سے اس طرح اوجھل ہوئی ہے کہ اس کو یاد دلانے کے لئے بہت بڑی شخصیت کی، بہت بڑی طاقت کی، بہت بڑی تحریک کی، بہت بڑے انقلاب کی اور غیر معمولی...... واقعے کی ضرورت ہے۔ ہمارا یہ شہر جہاں

ہم آج جمع ہیں کلکتہ یا بعض مغربی مرکزی شہروں کی طرح مصروف نہیں ہے جہاں آدمی کو آدمی سے بات کرنے کی فرصت نہیں ہے جہاں کئی کئی دن پہلے OPPOINTMENT کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے بعد بھی ملنا اور جمع ہونا بہت مشکل سے ہو پاتا ہے، یہاں کسی کے پاس وقت نہیں ہے اگر وقت ہے تو صرف ویک اینڈ (WEEK END) کے لئے ہمارے شہر کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ اس میں مشرقیت ہے سکون ہے، اعتدال ہے اور فطرت کی کچھ نمود نظر آتی ہے لیکن اس کے باوجود یہ حال ہے کہ کسی کا کسی سے ملنا اپنی ذاتی ضروریات کے علاوہ کسی موضوع پر بات کرنا اور غور کرنا بہت ہی مشکل ہو گیا ہے، جو طبقہ جس میدان، جس دائرۂ عمل، جس شعبۂ زندگی اور جس معاشی ذریعہ سے تعلق رکھتا ہے بالکل اسی میں منہمک ہے ایک طبقہ وکیلوں کا ہے ان کا ایک خاص ماحول ہے، موکلوں کی آمد فائلیں، مقدمات کی تیاری، دوسرے وکیلوں سے مشورہ، عدالت کے لئے تیاری وہاں سے آکر تھوڑا سا اپنے کو تازہ کرنے کی کوشش، کچھ چائے ریفرش منٹ (REFRESHMENT) وغیرہ اور اس کے بعد پھیر محنت، یہاں تک کہ میں نے صبح کی واک میں بھی دیکھا ہے جو خالص تفریح کا وقت ہے جس کے ذریعہ ذہن کو تازہ اور شاداب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس کے لئے ڈاکٹروں اور معالجوں کے مشورے سے آدمی وقت نکالتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس ماحول سے بالکل کٹ جائے، وہاں بھی وکیلوں کی پارٹیاں بن جاتی ہیں۔ سکریٹریٹ کے ملازمین دو چار اگر اتفاقاً بھی ساتھ ہو گئے تو ان کی پارٹی الگ بن جاتی ہے پھر راستہ بھر وہی ٹاپک

(TOPIC) چلتا ہے جس سے بھاگ کر یہاں آئے تھے یعنی اس بات سے اکتا کر کہ گھر میں وہی تذکرہ، دفتر میں وہی باتیں بار روم میں وہی چرچا اور ہوٹل میں وہی ذکر اس کے لئے لوگ دریا کے کنارے کسی سڑک یا لکھنؤ میں سکندر باغ یا اس طرح کی جگہ کا انتخاب کرتے ہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ ان کے یہ مسائل وہاں بھی پہونچ جاتے ہیں اور شاید ان سے پہلے پہونچ جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ان سے زیادہ تیز رو اور تیز قدم ہوتے ہیں، اور ان سے پہلے ان کا استقبال کرنے کے لئے موجود ہوتے ہیں۔ پھر وہی مقدموں کی باتیں وہی دفتر کی باتیں وہی تبادلہ کی باتیں، فلاں آدمی کی بالائی آمدنی اتنی ہے، فلاں آدمی کی یوں ترقی ہو گئی، فلاں آدمی بہت خوش قسمت ہے، فلاں بہت اچھا ہے فلاں بہت غلط ہے میں بھی دو کان رکھتا ہوں، جب کبھی صبح کو ٹہلنے کا اتفاق ہوتا ہے ہمارے پاس سے پارٹیاں گذرتی ہیں ایک پارٹی وکیلوں کی گذرتی ہے اور مقدموں کی باتیں ہوتی رہتی ہیں، دوسری پارٹی سکریٹریٹ کے ملازموں کی گذرتی ہے تو صرف دفتر کی باتیں سنائی دیتی ہیں اور ان سب میں جو مشترک چیز ہے وہ دولت بڑھانے کے قصے، لوگوں کی دولت مندی کے قصے، امراء کی کوٹھیوں کے قصے، کسی نے اچھی موٹر خریدی ہے اس کا تذکرہ، اگر اپنے خاص شعبہ کی بات نہیں ہو رہی ہے مثلاً وکیل مقدمات کی بات نہیں کر رہے ہیں تو ایک تذکرہ تو عام ہے جو سب پر چھایا ہوا ہے کہ فلاں شخص نے اتنی مدت میں اتنا پیسہ پیدا کر لیا اور فلاں آدمی نے ایک کوٹھی بنوائی ہے اندازہ ہے کہ ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا اور فلاں آدمی نے نئے ماڈل کی کار خریدی، فلاں آدمی کے پاس

دو موٹریں ہیں۔ فلاں آدمی کی لڑکی کی شادی فلاں جگہ ہوئی اور فلاں
آدمی کو داماد اچھا ملا۔ داماد وں کے تذکرے ہو رہے ہیں، فلاں آدمی
بہت خوش قسمت ہے۔ اس کو فلاں سروس کا آدمی مل گیا۔ فلاں خاندان
کا آدمی مل گیا، غرض یہ کہ گھوم پھر کر وہی دولت، وہی زندگی، وہی ترقی
اور مادی زندگی کی جو رئیں ہے اس کا تذکرہ، اب بتایئے کہ ان کی تفریح
وہاں کیسے ہو۔ تفریح نام ہے CHANGE کا، تبدیلی کا، آپ
اگر پڑھتے پڑھتے اکتاتے ہیں تو آپ دوسرے موضوع کی کتاب شروع
کر دیجئے، کوئی دوست آجائے اس سے تھوڑی دیر کے لئے باتیں
کر لیجئے یا چائے پی لیجئے، یا کسی ہوٹل میں چلے جایئے۔ تفریح کا فلسفہ
ہے تبدیلی۔ اگر تبدیلی نہیں ہے تو تفریح بھی نہیں ہوگی۔ اگر آپ فلسفہ
پڑھتے پڑھتے اکتا گئے ہیں تو آپ فلسفہ کی بہتر سے بہتر کتاب پڑھیں
گے تب بھی آپ کے ذہن میں تازگی نہیں آئے گی۔ آپ اگر لٹریچر کے
شوقین ہیں آپ کوئی اچھا ادبی شاہکار پڑھ رہے ہوں اور اس کے
بعد پھر اسی موضوع کی کوئی دوسری کتاب پڑھنے لگیں خواہ وہ دوسری
ہی زبان کی کتاب ہو آپ کے ذہن کو تازگی حاصل نہیں ہوگی اس کے لئے
ضروری ہے کہ موضوع بدل جائے، جو وہ دھارا ہے اسٹریم stream
ہے وہ بدل جائے اب بتایئے کہ جہاں تفریح اور صحت کا تعلق ہے اس کا
بھی کوئی سامان نہیں تو پھر ملت کے مسائل، مسلمانوں کے مسائل اور
اس سے بھی بڑھ کر ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل وایسے نازک
مسائل جو تاریخ میں کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں اور ان پر قوموں کی زندگی اور

مستقبل کا انحصار ہوتا ہے) پر غور کرنے کے لئے ہمارے پاس وقت
اور دماغ کہاں سے آئے گا۔ ہمیں آپ معاف کریں، جیسے کسی زمانہ میں
تانگے یکے ہوتے تھے اور ان میں گھوڑے جُتے رہتے تھے، صبح سے شام
تک، اب اس کی جگہ انسان نے لے لی ہے یا جس طرح رکشہ والا صبح سے
شام تک رکشہ کھینچتا ہے، ہم صبح سے شام تک زندگی کا بوجھ کھینچتے ہیں یہ
ایسی گاڑی ہے جس میں ہم خود جُتے ہوئے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ گاڑی
ہماری مرضی سے چل رہی ہے۔ حالانکہ وہ ہماری مرضی سے نہیں چل رہی
ہے۔ ہم اس کی مرضی سے چل رہے ہیں، ایک زمانہ تھا کہ لوگ بزرگان
دین کے پاس جاتے تھے اور زمانہ بھی اچھا تھا۔ اللہ کے ایسے بندے
موجود تھے جن کے پاس ایک ہی موضوع تھا، ان کی دکان پر ایک ہی
سودا ملتا تھا وہ جنرل مرچنٹ نہیں تھے۔ انھوں نے ایک چیز کا ذمہ لیا تھا،
اللہ کی محبت، دنیا کی بے ثباتی، آخرت کی تیاری، حقیقی انسانی کردار
حقیقی انسانی اخلاق جس طرح سورہ رحمٰن میں فبای آلاء ربکما تکذبان
ہر چند آیتوں کے بعد آتا ہے اسی طرح ان کا بھی ہر شخص کے لئے ایک ہی
پیغام تھا، ایک ہی صدا تھی، ان کے پاس جو بھی جاتا وہ چاہے وکیل ہو
دکاندار ہو، جج ہو، حاکم ہو، ملازم ہو، وہ ایک ہی بات کہتے کہ بھائی دنیا
میں کس لئے آئے تھے اور کہاں جانا ہے! ہماری حقیقی منزل کیا ہے؟ نتیجہ
یہ تھا کہ بڑے بڑے مردہ دل وہاں جا کر زندہ ہو جایا کرتے تھے، آدمی
جو تھک چکا ہوتا تھا نیم جان اور چور چور ہوتا تھا دنیاوی افکار کے بوجھ
سے بالکل کچل جاتا تھا وہاں جاتا اس کے حلق میں عشق الٰہی کے محبت الٰہی

کے اور دنیا کی بے حقیقتی کے چند قطرے پڑتے اور اس کا مردہ دل فوراً زندہ ہو جاتا وہ وہاں سے نئی طاقت لے کر واپس آتا جو کام کرتا اس میں نئی توانائی اور نئی طاقت پیدا ہو جاتی، اب زمانہ بہت بدل گیا ہے اللہ کے وہ بندے اب ہیں ہی نہیں اور اگر ہیں تو لوگ ان کے پاس صرف اس وقت جاتے ہیں جب ضرورت پیش آئے، بیماری آئے تو دعا کے لئے بزرگ یاد آتے ہیں۔ یہ کام بھی کوئی ایسا برا نہیں جب آدمی پر پڑتی ہے جس میں ذرا بھی دینداری ہے تو اس کو یہی خیال آتا ہے، آدمی حکیم ڈاکٹروں کے پاس دوڑتا ہے اگر کسی اللہ کے بندے کے پاس چلا جائے تو اس میں حرج نہیں، لیکن ان کی دکان کا سودا یہ نہیں ہے ان کی دکان کا اصل سودا ہے اللہ کا نام سکھانا، یہ بیماریاں تو آتی جاتی ہیں دواؤں سے بھی چلی جاتی ہیں ڈاکٹر بھی ان کے لئے مفید ہوتا ہے لیکن۔ دل کی بیماری، دل کی بے حسی، کسی چیز کا اثر قبول نہ کرنا، مسلمانوں پر دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت پیش آجائے، احمد آباد کا واقعہ ہو یا کہیں کے سیلاب کا حادثہ ہو یا محلہ ہی کا حادثہ ہو اس سے کوئی دلچسپی نہ رکھنا، اس بات کا علاج یہی اہل دل کرتے ہیں۔ بے شک ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شفقت عنایت فرمائی ہے بڑا دردمند دل عطا کیا ہے۔ اگر کوئی جا کر ان کو اپنی بپتا سناتا ہے تو ان کی آنکھ میں آنسو بھی آجاتے ہیں دعا کے لئے ہاتھ بھی اٹھ جاتے ہیں پڑھنے کے لئے بھی بتا دیتے ہیں، اگر نقش کے لئے اصرار کیجئے، ان کے یہاں اگر اس کا دستور ہو تو وہ بھی دیدیتے ہیں مگر ان کا کام یہ ہرگز نہیں ہے، مجھے یاد ہے کہ ہمارے ایک بزرگ لاہور آئے۔

بھاول پور کے رہنے والے تھے بڑے کامل لوگوں میں تھے ان کے خلفاء میں سے ایک بزرگ نے جو ہمارے بھی شیخ تھے اپنے معتقدین میں جن کا بہت بڑا حلقہ تھا یہ اعلان کر دیا کہ ہمارے ایک بزرگ آئے ہیں آپ لوگ فائدہ اٹھانا چاہیں تو فلاں وقت آجایئے فلاں جگہ تشریف رکھتے ہونگے بے تکلف آیئے جو کہنا سننا ہو ان سے کہیئے، ان بزرگ اور شیخ نے جن کا انتقال ہو چکا ہے مجھ سے یہ واقعہ خود سنایا کہ صبح سے شام تک آدمیوں کا تانتا بندھا رہا لاہور جیسا یعنی ۱۶ لاکھ ۱۸ لاکھ آبادی کا شہر، پھر مزید یہ کہ بزرگان دین سے عقیدت مند، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک گیا دوسرا آیا دو آئے اور ایک گیا یہاں تک کہ ان کو بھی ان کے پاس جانے کا موقع نہ ملا جب شام ہوئی تو پہلی بار ان کے پاس حاضر ہوئے تو ان کا نام لے کر کہا۔ ان کا نام احمد علیؒ تھا کہ میاں احمد علی صبح سے شام تک لوگ میرے پاس آتے رہے لیکن ایک نے مجھ سے اللہ کا نام نہیں پوچھا سب اپنی اغراض بتاتے رہے، کسی نے کہا بیٹی بیٹھی ہوئی ہے شادی نہیں ہو رہی ہے، ایک نے کہا کہ مقدمہ لگ گیا دعا کیجئے، کسی نے کہا کہ میرے حاسد ہیں تعویذ دیدیجئے کسی نے کہا تبادلہ نہیں ہو رہا ہے۔

جب مولانا وصی اللہ صاحبؒ لکھنؤ تشریف لائے تھے تو یہاں بھی اس طرح کے واقعات ہم نے سنے تھے حالانکہ ان کی دکان کا سودا اور ان کی صدا صرف یہ تھی کہ اللہ کے بندو! کہاں پھنسے ہوئے ہو آخر ایک دن اس گھر کو چھوڑنا ہے کیا ان ہی میں پھنسے رہو گے۔ کیا اس حالت میں موت آئے گی کہ بھائی اس کا اتنا باقی اس کا اتنا باقی ذرا حساب لکھ لو

دیکھو اس سے اتنا وصول کرنا اور دیکھو میں نے یہ مکان شروع کرایا ہے اور فلاں میرا کام دیکھنا، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ زندگی جتنی مصروف نہیں ہے اس سے زیادہ ایک خود فراموشی طاری ہے۔ اپنے حقیقی مسائل کا صحیح احساس نہیں ہے یہ بات نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر شخص مصروف ہے جو لوگ مصروف نہیں ہیں ان کا بھی یہی حال ہے۔

پہلے ایسے لوگ تھے کہ کسی شہر میں جاتے تھے تو پوچھ لیتے تھے کہ یہاں خدا کا کوئی بندہ ہے ہمیں معلوم ہے کہ لکھنؤ میں ایسے بندے تھے جن کے پاس جا کر خوشی حاصل ہوتی تھی۔ اور یہ دل جو کچلا جا رہا ہے پیا جا رہا ہے اس کا بوجھ ہلکا ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ لوگ جن کو تھوڑا قیام کرنا ہوتا تھا وہ بھی پوچھ لیا کرتے تھے کہ ہے کوئی ایسی جگہ۔ جیسے آجکل آپ پوچھ لیا کرتے ہیں کہ یہاں کوئی اچھا ہوٹل ہے، آپ لوگوں سے تو مجھے یہ امید نہیں ہے، لیکن اور نوجوان ہوں گے جو یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ یہاں سب سے بہتر سینما کون ہے۔ یہ بات نہیں کہ ان میں سب پارسا اور تہجد گذار ہوتے تھے لیکن یہ ضرورت سب کو محسوس ہوتی تھی کہ کسی کے پاس جا کر اللہ و رسول کی باتیں سنیں، صبح سے شام تک مکروہات سے واسطہ پڑتا ہے اور یہ جو زندگی کی ہر وقت ہائے ہائے ہے اس سے نجات ملے۔ گھر میں جائیے تو یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے یہ فرمائش وہ فرمائش جائز ناجائز یہ لائیے وہ لائیے۔ دفتر میں بیٹھئے تو وہی قصہ، صبح ٹہلنے جائیے تو وہاں بھی کوئی ہاتھ پکڑ لیتا ہے اور وہی باتیں سنانے لگتا ہے یہ تو میں نے ایک بات کہی روح کی تسکین کی، لیکن ہماری ضروریات صرف یہی نہیں ہیں کہ ہمیں لذیذ کھانے مل جائیں نفیس کپڑے پہننے کو مل جائیں، رہنے کے لئے اچھا

ٹھکانا یا قرینہ کا مکان ہو پیدل نہ چلنا پڑے بیمار ہو جائیں تو ڈاکٹر مل جائے اور دو چار دوستوں کا حلقہ ہو جہاں ہم دل بہلائیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف یہی ضروریات نہیں پیدا کی ہیں، انسان اور حیوان میں یہ فرق ہے کہ حیوان انجام کو نہیں سوچتا انسان انجام کو سوچتا ہے۔ ہم کو اپنا اور اپ ملت کا انجام سوچنا چاہیئے۔ کہ کیا ہماری ضروریات صرف اتنی ہی ہیں جو ب کی ہوتی ہیں، بیل کی ضروریات بھدی CRUDE قسم کی ہوتی ہیں او ہماری ذرا REFINED ذرا علمی انداز کی۔ اگر اتنا ہی فرق ہے تو یہ تو کو خاص بات نہیں۔ غذائیں تو سبھی کی مختلف ہوتی ہیں بچے کی غذا کچھ اور جوان کی غذا کچھ امیر کی کچھ غریب کی کچھ۔ لیکن پیٹ بیل بھی بھرنا چاہتا ہے، ہم بھی بھرنا چاہتے ہیں۔ ہماری زندگی کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے انجام کو سوچیں اپنے کو ایک ملت سے وابستہ سمجھیں اور اس کے دکھ درد میں شریک ہوں اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ ہم محسوس کریں ہماری مصیبت ہے اگر ہماری ملت عزت کے ساتھ رہتی ہے تو ہم محسوس کریں کہ ہم ایک معزز فرد ہیں اور اگر ذلت کے ساتھ زندگی گذار رہی ہے تو ہم سمجھیں کہ ہم بھی ذلیل ہیں لیکن اگر ملت تو ذلیل ہو اور ہم اپنے کو محض اس لئے عزت دار محسوس کریں کہ ہم بڑی بڑی کوٹھیوں میں رہتے ہیں بڑی بڑی دعوتوں میں بلائے جاتے ہیں تو اس کا نام میرے بزرگو اور دوستو عزت نہیں ہے، عزت یہ ہے کہ ملت بحیثیت مجموعی معزز ہو۔ انگریز جب ہندوستان میں تھا تو خواہ وہ جوتے پر پالش کرتا ہو یا کسی اچھی دکان پر ہو خواہ وہ مشین کے کام پر لگا دیا گیا ہو وہ ہندوستان پر حکومت کرتا تھا اور جزائر برطانیہ میں بھی معزز

تھا اور ہر ہر ملک میں معزز تھا اور ہندوستان میں تو وہ بادشاہ تھا وہ اس لئے معزز تھا کہ اس کی پوری قوم معزز تھی۔ مثال کے طور پر یہ یہودی جون ۱۹٦۷ء کی عرب اسرائیل جنگ سے پہلے بھی بہت مالدار تھے ان میں دنیا کے بڑے بڑے قارون موجود تھے۔ اگر یہودیوں کا سرمایہ ایک طرف رکھا جاتا اور مسلمانوں کا یا عیسائیوں کا ایک طرف تو یہ بڑھ جاتا۔ لیکن یہ ذلیل تھے، اب جب کہ انھوں نے عربوں پر اپنی دھاک بٹھادی، اتنی بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دی اور اپنی طاقت کا لوہا منوالیا ان کو ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ہم مسلمان اگر ہندوستان میں ذاتی طور سے ترقی کر گئے ہیں ہمارے سب لڑکے پڑھے لکھے ہیں اچھی اچھی جگہ ہیں، ہم محلہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں تو یہ دھوکہ ہے اگر ہماری ملت ذلیل ہے تو ہم کبھی عزت نہیں پا سکتے، اس لئے ہمیں اپنی قسمت کو ملت سے وابستہ سمجھنا چاہیئے اور اپنی ملت کے حالات میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے ہمیں چاہیئے کہ اس کے لئے ہم اجتماعی نگاہ پیدا کریں، اجتماعی ذہن پیدا کریں، مسائل کو سمجھیں، دیکھیں کہ ملت کن مسائل سے دوچار ہے۔ کیا تحریکیں ہیں جو مسلمانوں کی خدمت وحفاظت اور ملت کو زندہ رکھنے کے لئے پیدا ہوئی ہیں۔ کیا لٹریچر ہے جو نکل رہا ہے۔ محض یہ کہ ہماری ضروریات پوری ہو رہی ہیں یا صحت اچھی ہے اللہ نے کھانے کو کافی دیا ہے پہننے کو نیا جوڑا دیا ہے۔ تھوڑی دیر کہیں بیٹھے دوستوں کو چائے کافی پر بلایا، لڑکے کی شادی بڑے ٹھاٹھ سے کی، لڑکی کی شادی خان سے

کی، یہ مسلمان کا پیمانہ نہیں ہے۔ مسلمان ملت سے بندھا ہوا ہے، بُنا ہوا ہے، سلا ہوا ہے۔ وہ ملت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح موج دریا سے الگ نہیں کی جا سکتی۔ موج کو دریا سے الگ کر دیا جائے تو موجوں کا وجود ہی ختم ہو جائے بلکہ پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہ جائے موج کا وجود دریا کے اندر ہے ہم سب ملت کی موجیں ہیں۔ اگر دریا ہے اور دریا رواں ہے صاف شفاف ہے، ٹھہر نہیں گیا ہے، اس میں کوئی بو نہیں ہے کوئی خرابی نہیں پیدا ہو گئی ہے تو موجیں کھیلتی رہیں اچھلتی رہیں کودتی رہیں سب ان کا احترام کریں گے، سب ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے، ان کا وجود تسلیم کریں گے، لیکن موجیں باہر کیا ہی اچھلیں کودیں وہ سب عارضی ہیں، جیسے شعلہ بھڑک کر بجھ جاتا ہے موج جیسے باہر نکلی اس کا وجود ختم، ہم آپ اگر ملت سے کٹ گئے ہمارا وجود ختم۔

فکر بڑی نعمت بھی ہے اور بڑا عذاب بھی ہر وقت گھر کی فکر زیادہ کمائی کی فکر، زیادہ ترقی کی فکر، دولت مند بننے کی فکر تو یہ خدا کا عذاب ہے لیکن ملت کی فکر خدا کی بڑی نعمت ہے۔ یہ درد اللہ تعالیٰ انھیں لوگوں کو عطا کرتا ہے جن پر اس کا کرم ہوتا ہے۔ عنایت کی نگاہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ لوگ ایسے آدمی پر رحم کھانے کے لئے ہنستے ہیں کہ اس کو کسی وقت چین نہیں ہر وقت یہ ملت کے غم میں تڑپتا رہتا ہے۔ مسلمان خدائی فوجدار ہے۔ مسلمان کو کب فرصت مسلمان کے لئے کہاں کا عیش، یہ فکریں جو ہم پر سوار ہیں اسی فکر کے نہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔ اگر یہ ایک فکر نصیب ہو جائے تو ساری فکروں سے نجات مل جائے۔

جب کوئی کام آتا ہے تو اس کے لئے آدمی کی ضرورت پڑتی ہے۔ مسلم مجلس مشاورت کا کام ہو، تبلیغ کا کام ہو، مسلم مجلس کا کام ہو۔ دینی تعلیمی کونسل کا کام ہو اور کوئی تعمیری کام ہو اس کے لئے آدمی نہیں ملتے آدمیوں کو ملنے کی فرصت ہی نہیں۔ آدمی کہاں ملیں گے۔ کسی بڑے آدمی کے یہاں ولیمہ میں، کسی کے یہاں شادی ہو تو سب اچھے خوش پوش، خوش لباس، خوش خوراک، خوش باش، اچھی زندگی گذارنے والے لوگ مل جائیں گے۔ بلکہ انشاء اللہ بکجا مل جائیں گے۔ اس طبقہ کا کوئی اونچا آدمی ایسا نہیں ملے گا جس کے گھر جانے کی ضرورت ہو۔ البتہ اگر ملت کے لئے پکارا جائے اور دین کا کام ہو تو وہ نقشہ نظر آئے گا جس کو اکبر مرحوم نے "مسجد میں فقط حمّن" سے تعبیر کیا ہے، یہ صورت حال کسی شہر کے لئے بھی بہت افسوسناک اور خطرناک ہے، شہر کی خوبی اور معقولیت کا اندازہ کام کرنے والوں کی کثرت سے کیا جاتا ہے۔ کانپور اچھا شہر ہے۔ کیوں! اس لئے کہ وہاں کارکن اتنے ہیں لیکن اگر اس میں کام کا کوئی آدمی نہیں ہے تو اس لحاظ سے وہ بہت ویران شہر ہے بیکار شہر ہے۔ وہاں تو بس ٹینری کے مالک ہیں، فرموں کے مالک ہیں کوٹھیوں والے ہیں لیکن شہر کی خوبی یہ ہے کہ وہاں ایک آواز پر کتنے آدمی جمع ہو سکتے ہیں۔

ایک ایسا مرکز قائم کرنے کی ضرورت ہے جہاں آپ حضرات مسائل سے واقف ہوں، میں دینی مسائل کے متعلق نہیں کہہ رہا ہوں ان سے بھی واقفیت کی ضرورت ہے میں مسلمانوں کے مسائل سے متعلق کہہ رہا ہوں تاکہ پتہ چلے کہ کیا چیز چھپ رہی ہے صحافت کے میدان میں

کیا کوشش ہو رہی ہے اصلاح کے میدان میں کیا کام ہو رہے ہیں، باہر چیزیں جاتی ہیں لوگ منگواتے ہیں لیکن آپ کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

یہاں کی جو لائبریریاں ہیں اکثر ہندو حضرات کی قائم کی ہوئی ہیں۔ ہم سب ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں انھوں نے زیادہ بیداری کا ثبوت دیا۔ لیکن خود مسلمانوں کا کوئی سنجیدہ دار المطالعہ لائبریری یا کلب اور تفریح گاہ نہیں ہے، جہاں اچھے پڑھے لکھے معقول لوگ جمع ہوں، سنجیدہ باتیں کریں، اس سلسلہ میں ایک اسکیم MUSLIM YOUTH COUNCIL کی ہے تاکہ ہم آپ بار بار ملیں محض تقریبات میں ملنا بالکل معتبر نہیں، اس میں جو چیز ہوتی ہیں ان سے آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں، شادی ہے تو یہ فکر کہ عقد سے جلدی فراغت ہو جائے پھر کھانے کا انتظار ہوتا ہے وہاں بات بھی کیا ہو سکتی ہے۔ مختلف عمروں کے اور قسم قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں، سب تعلقات کی وجہ سے آتے ہیں۔ اس سے تو صرف مسلمانوں کی تہذیب کی کچھ نمائش یا تہذیب کا اندازہ ہوتا ہے اور کوئی افادیت نہیں ہے۔

پہلے زمانہ میں ایسی جگہیں تھیں جہاں معقول لوگ جمع ہوا کرتے تھے دلی میں ایسی متعین جگہیں تھیں جہاں ڈپٹی نذیر احمد مرحوم اور ان کے معاصرین بیٹھتے تھے۔ وقت بالکل مقرر تھا لوگ گھڑیاں ملا لیا کرتے تھے۔ بعض ہندو صاحبان اور مسلمان وہاں آتے تھے دلی کی پرانی روایات کا تذکرہ ہوتا یا کوئی علمی مسئلہ چھڑ جاتا تا آنکہ جیسا جس کا مذاق ہوتا، کہیں نواب صاحب لوہارو آتے تھے بیٹھک ہوتی تھی۔ حکیم اجمل صاحب کے

یہاں شریف منزل میں بیٹھک ہوتی تھی۔ دلی کے بیس آدمی جمع ہو گئے، کوئی مسئلہ چھڑ گیا۔ بڑے شائستہ اور مہذب CULTURED لوگ تھے، اب ہمارے یہاں عام طور پر ایسی کوئی مجلس نہیں۔

مسلم یوتھ کونسل کی ایک تجویز ہے اس کی عملی طور پر بھی تشکیل ہوگی۔ میرا تو مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کا ایک موضوع ہوتا ہے اس کا ایک مذاق ہوتا ہے اس کا ایک تجربہ ہوتا ہے اس لئے میں خاص طور پر اس طرف توجہ دلاتا ہوں جس زندگی کو ہم نے اپنے اوپر سوار کر لیا ہے اور جس زندگی کے بوجھ کے نیچے ہم کچلے چلے جا رہے ہیں اور ہر دوسری حقیقت اور ہر دوسرا مقصد بالکل فراموش ہو گیا ہے خدا رسول آخرت موت کی تیاری کا ذکر کچھ اس کا خیال یہ ساری چیزیں ہمارے ذہن سے نکل گئی ہیں اور پھر ملت کے مسائل جن کے لئے کچھ ایثار کی ضرورت ہے کچھ ہمت کی ضرورت ہے کچھ وقت لگانے کی ضرورت ہے۔ یہی زندگی اور یہی دنیا نہیں ہے۔ کچھ اور ہے اور وہ اس سے کہیں زیادہ اہم کہیں زیادہ دیرپا اور کہیں زیادہ قابل توجہ ہے۔ اس کے لئے کوئی جگہ طے کیجئے کوئی وقت مقرر کیجئے، جس میں ان باتوں کا تذکرہ ہو اگر اس موضوع کا تذکرہ نہ ہوا تو بالکل وہ فراموش ہو جائے گا۔ بالکل وہی حالت ہو جائے گی جس کو حالی نے کہا ہے:۔

سدا خواب غفلت میں مدہوش رہنا

دم مرگ تک خود فراموش رہنا

یہ دم مرگ تک خود فراموشی بہت خطرناک ہے جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لاتکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم أنفسھم۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو خدا کو بھول گئے تو خدا نے ان کو فراموش کر دیا۔ کوئی ایسی جگہ ہو، کوئی دار المطالعہ ہو جہاں روزانہ یا اتوار اتوار مجلسیں ایسے مقالات پڑھے جائیں جن میں شادابی آور دل آویزی اور سننے والوں کے سامنے کوئی مفید مقصد ہو۔

آپ ڈرائنگ روم میں بیٹھے بیٹھے گھبرا جاتے ہیں، ایک ہی طرح کے دوست آتے ہیں، ایک ہی طرح کی باتیں ہوتی ہیں، کسی نئی جگہ آ جائیے وہاں کسی تازہ مسئلہ پر ہلکا پھلکا مقالہ پڑھا جائے مثلاً چاند پر کیا چیزیں قابل غور ہیں یا اس وقت کون سے مسئلے اہم ہیں، کوئی یورپ یا کسی غیر ملک کے سفر سے واپس آیا اس نے وہاں کے حالات سنائے، سفر نامہ سنایا، چائے بھی پی گئی جو سگریٹ کے عادی ہیں اس کی بھی ممانعت نہیں ہے جو فرحت و تازگی آپ وہاں محسوس کریں گے میں تو یہ کہوں گا کہ کسی سنیما کی پکچر سے آپ کو حاصل نہیں ہو سکتی، وہ آنکھوں کی فرحت ضرور ہے اور بعض کثیف احساسات کی اس سے تسکین ہوتی ہے لیکن روح کو اس سے کوئی ذائقہ نہیں ملتا۔ اس سے ایسا بوجھ روح پر پڑتا ہے جس کو ذرا بھی احساس رکھنے والا محسوس کر سکتا ہے۔ اب آپ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کریں اور کوئی چیز طے کر کے یہاں سے رخصت ہوں۔

مسلم یوتھ کونسل کا پروگرام

۱۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور تعلیم گاہوں کے طلبہ کے درمیان باہمی ارتباط کے لئے جو ذرائع مفید ہوں ان کو استعمال کرنا۔

۲۔ یونیورسٹیوں یا پبلک مقامات میں وقت کے مسائل پر ممتاز فضلاء اور اہل فکر کے لیکچروں یا سمینار کا انتظام۔

۳۔ ممبران کے درمیان ثقافتی اور دعوتی میدانوں میں باہمی تعاون اور اخوت کو مستحکم کرنے کے لئے ان کے درمیان قلمی دوستی، ملاقاتوں، مشترک سفروں اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کی حوصلہ افزائی۔

۴۔ رفاہ عام۔ مثلاً گشتی شفاخانے۔ امدادی کیمپ۔ اسکاؤٹنگ اور امداد باہمی کے کاموں کی حوصلہ افزائی

شاخوں کا پروگرام

۱۔ ہر اس شہر میں جہاں کم از کم کونسل کے دس ممبر ہوں گے۔

کونسل کی شاخ قائم جا سکے گی۔ شہری شاخ کے عہدہ داروں کا انتخاب مقامی ارکان کریں گے۔

۲۔ ہر شاخ ایک منتخب علمی اور ثقافتی لائبریری قائم کرے گی کتابوں کے انتخاب میں وہ مرکز سے اصولی رہنمائی حاصل کرے گی۔ نیز تعلیم یافتہ طبقہ میں ان کتابوں کی اشاعت و اتعارف کا انتظام کرے گی۔ ہر ممبر کی ذمہ داری ہوگی کہ ہر مہینہ کسی کتاب کے ۵۰ صفحہ مثلاً ضرور پڑھے اور اس کی انٹری ہو۔

۳۔ ہر شاخ کم از کم ہر تین ماہ کے بعد کسی اہم اسلامی موضوع پر مجلس مذاکرہ (سمپوزیم) کا انتظام کرے گی۔

۴۔ اسلامی موضوعات پر مقالہ نگاری کے انعاموں کے مقابلوں کا انتظام، یہ مقابلے سال میں کم از کم ایک بار ہوں گے۔

۵۔ ممتاز اہل علم و اہل فکر کے لیکچروں کا انتظام مختلف مفید موضوعات میں مثلاً مسلمانوں کا سماجی جائزہ، لسانی جائزہ، سیاسی اور معاشی جائزہ وغیرہ۔

۶۔ چھٹیوں کے موقع پر ایسے بیرونی پروگرام جن میں ممبر اور غیر ممبر طلبہ کی جائز دلچسپی اور تفریح کے ساتھ باہمی ارتباط کے مواقع پیدا ہوں۔

۷۔ مناسب کھیلوں (گیمس)، مثلاً کرکٹ۔ والی بال۔ بیڈمنٹن۔ ٹیبل ٹینس۔ تیراکی وغیرہ کا انتظام۔

۸۔ شبینہ اور نشست میں دوسرے پروگراموں کے ساتھ ایک ہلکی پھلکی تقریر یا کسی کتاب کا وہ منتخب حصہ یا مقالہ پڑھ کر سنایا جائے جو نوجوانوں کے لئے مفید بھی ہو اور دلچسپ بھی مثلاً سلاطین، فاتحین اور مصلحین کے سبق آموز حالات زندگی۔ کوئی دلچسپ اور مفید سفرنامہ، کسی ملک کے حالات، سائنس کی جدید اور مفید عام تحقیقات۔

تفصیلات کے لئے دستور العمل ملاحظہ فرمائیں